مجدد الف ثانی کی اعتقادی فکر کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of Mujaddid Alf-Thānī's Belief Thought

Sajjadullah [1]
Dr,Muhammad Shuaib Gangohee [2]
Abdun Nasir [3]

Abstract:
The research study throws light on the belief thought of Mujaddid Alf-Thānī, a prominent Islamic scholar and Sūfī saint of the late 16th and early 17th centuries. Focused on his role as the "Renewer of the Second Millennium," the investigation examines Mujaddid Alf-Thānī's contributions to Islamic revivalism, emphasizing his efforts to purify and rejuvenate Islamic teachings in response to perceived deviations. The study explores his perspectives on Sūfism, analyzing his role as a Sufi guide and his contributions to the mystical dimension of Islam. Furthermore, the research investigates Mujaddid Alf-Thāniī's theological beliefs, including his views on God, prophethood and fundamental tenets of Islamic theology. Emphasis is placed on his opposition to harmony and efforts to maintain the purity of Islamic teachings. By examining his interactions with Mughal authorities, particularly his correspondence with Emperor Akbar and Jahangir, the study explores the intersection of religious beliefs and political dynamics. Analysis of Mujaddid Alf-Thānī's written works provides insights into key themes and arguments shaping his belief thought. Finally, the research assesses the lasting legacy and influence of his teachings on subsequent Islamic thought and the broader Muslim community, situating his beliefs within the historical, social, and cultural context of his time.

Keywords: *Belief, Mujtahid, worship, Nature, Sinners, Justice, Destiny, Heaven, Hell*

صوفیائے نقشبند میں ایک اہم ترین بزرگ شیخ احمد سرہندی ہیں آپ کی ولادت ہندوستان کے شہر سرہند میں شب جمعہ 14 شوال 971ھ کو ہوئی۔آپ کا لقب بدرالدین اور خطاب امام ربانی مجدد الف ثانی ہے۔ برصغیر پاک وہند میں سلسلہ نقشبندیہ کے بانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ہیں انسانیت کی رشد وہدایت کے لئے اللہ تعالی نے عقل انسانی کو تنہا معیار قرار نہیں دیا بلکہ انسانوں کی رہبری اور رہنمائی کیلئے وحی اور انبیاء کا سلسلہ چلتا رہا حتی کہ حضرت محمد کے سر پر ختم نبوت کے تاج کو سجایا گیا۔ قیامت تک آنے والے انسانوں کیلئے

---

1. Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies and Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan
Email:elahikaram32@gmail.com
2. Lecturer, Department of Islamic Studies and Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan
Email:m.shuaibgangohee@gmail.com
3. Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies and Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan
Email:abdunnasirmarwat@gmail.com

شریعت محمدیہ کامیابی کا واحد زینہ ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دین میں خرافات اور بدعات شامل ہوئیں جن کیلئے اللہ تعالی ہر صدی میں ایک مجدد کو پیدا فرماتے ہیں دین اسلام کو جب ایک ہزار سال پورے ہوئے تو برصغیر میں دین کی تطہیر کیلئے شیخ احمد سرہندی کو اللہ تعالی نے اپنے دین کی خدمت کیلئے قبول فرمایا۔ چنانچہ مفکرین اسلام نے مجدد الف ثانی کے لقب سے نوازا کیونکہ انہوں نے مغل بادشاہ اکبر اعظم کے بنائے ہوئے دین الٰہی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کا پرچار کیا جس سے معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعات و خرافات کا قلع قمع ہوا چنانچہ آپ کے اس مقصد عظیم کیلئے ایک ہزار سے زیادہ خلفاء تیار ہوئے اور وہ برصغیر کے طول و عرض میں پھیل گئے ان کی رہنمائی کے لئے آپ نے جو خطوط ارسال فرمائے انہیں مکتوبات امام ربانی کی شکل میں جمع کیا گیا جو آپ کی فکر کو سمجھنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ آپ کی افکار میں سماجی، معاشرتی، معاشی، مذہبی اور اعتقادی افکار شامل ہیں۔ زیر نظر ریسرچ پیپر میں آپ کی اعتقادی فکر کو اجاگر کیا جائے گا جس میں آپ کے چیدہ چیدہ عقائد کا ذکر ہو گا جن کے ذریعے آپ نے لوگوں کے عقائد کی درستگی کی خدمات انجام دی ہیں۔

مجدد الف ثانیؒ کی اعتقادی فکر

عقائد عقیدے کی جمع ہے عقیدے کا معنی ہے جس پر پختہ یقین کیا جائے جس کو انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھے اس میں عمل نہیں بلکہ نفس اعتقاد مقصود ہے عقیدہ اسے کہتے ہیں جس میں شک نہ ہو یا پھر یقین کو کہتے ہیں جس پر مرنا تو قابل قبول ہوتا ہے اسے چھوڑنا گوارا نہیں ہوتا آدمی اس پر ڈٹ جاتا ہے چنانچہ عقیدے کی اہمیت مسلم ہے عقیدے کی مثال ایک بیج کی طرح ہے جس طرح کا بیج ہو گا اسی طرح کا پیڑ پودا بھی ہو گا چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی نے عقیدہ کی اہمیت کو بھانپتے ہوئے اعتقاد کی درستگی پر خاص توجہ دی ہے اور اپنے خلفاء کو عقیدے کی درستگی کے لیے خصوصی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے دور کے بہت بڑے مفکر اصلاح کرنے والے اور دین کے ہر پہلو کو عوام کے سامنے بیان کرنے والے تھے چنانچہ دین کی بنیاد نظریات پر ہوتی ہے اس لیے حضرت مجدد الف ثانی نے اعتقاد کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس پر خصوصی توجہ دی چنانچہ آپ بدعات اور خرافات کے سخت مخالف تھے۔ جس طرح علامہ ابن تیمیہ نے اعتقاد کی درستگی اور اصلاح اعمال پر اپنے وقت میں خاص توجہ دی اور قرآن و سنت کو ہر قسم کی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ فضل حق لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ کتاب و سنت کی نصوص کو ہر قسم کی رائے اور فکرِ ثاقب پر ترجیح اور تقدیم دیتے ہیں اور یوں آپ کتاب و سنت کی نصوص کی تعظیم و تکریم میں ایک گونہ سبقت لیجاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک جس نے اپنے کلام و تحقیق کی بنیاد اصول و فروع میں کتاب و سنت پر استوار کی ہے اور سابقین کے آثار ماثورہ کو اپنایا ہے۔ وہی شخص طریقِ نبوتِ محمدی ﷺ پر چلتے ہوئے مراد و مرام تک پہنچا ہے۔[4]

انسانی تہذیب و ثقافت اس کے اجتماعی اعمال سے جنم لیتی ہے انسانی اعمال اس کے فکر و فلسفہ کا نتیجہ ہوتے ہیں جبکہ انسانی سوچ اور فکر عقیدے اور نظریے سے پروان چڑھتی ہے گویا انسانی سوچ اعمال اور تہذیب و ثقافت کی بنیاد عقیدہ ہوتا ہے اسلام الہامی دین ہے جس کے خدوخال اللہ رب العزت قرآن پاک میں ہمیں تفصیل سے واضح فرماتا ہے اسلام کی بنیاد چند بنیادی عقائد ایمان باللہ ایمان بالرسول آسمانی

---

4 Fazal Haq, M. . (2021). ابن تیمیہ کا فقہی مقام اور استنباطِ احکام کے اصول؛ایک تجزیاتی مطالعہ: An analytical study of Ibn-e-Taymiyyah's jurisprudential position and principles of elicitation rules. *Al-Amīr*, *2*(01), 44–64. Retrieved from https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/22

کتاب ملائکہ آخرت اور تقدیر پر ایمان لانے پر ہے ہم مردوں کو جلاتے نہیں بلکہ انہیں باعزت طریقے سے دفن کرتے ہیں کیونکہ حیات برزخی پر ہمارا پختہ یقین ہے پوری امت دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالی کے حضور سر بسجود ہوتی ہے اس لیے کہ ہم ایک ان دیکھے خدا کو اپنا خالق و مالک اور معبود تسلیم کرتے ہیں سال میں ایک مخصوص دن میں کروڑوں افراد سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اربوں روپے کے لاکھوں جانور ذبح کرکے تقسیم کردیتے ہیں اس لیے کہ وہ اس عمل کو اللہ کی رضا کا ذریعہ سمجھتے ہیں الغرض کوئی میدان جنگ میں اپنی جان قربان کررہا ہوں یا دوسرے کی جان بچا رہا ہوں ہر عمل کے پس منظر میں نظریہ اور عقیدہ ہی کارفرما ہوتا ہے۔

متکلمین اہل سنت اور حضرت امام ربانیؒ

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنی تصانیف لطیفہ میں متکلمین اہل سنت کا دفاع فرمایا ہے کیونکہ ان متکلمین نے مسائل کلامیہ، اعتقادیہ میں جتنے بھی دلائل پیش فرمائے ہیں ان کا ماخذ قرآن وسنت ہے ان علماء نے وحی الٰہی پر بھروسہ کیا ہے ان کی تحقیقات واجتہادات قرآن وسنت سے ماخوذ اور ان کے عین مطابق ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ الف ثانی کے مجدد ہونے کے باوجود مسائل کلامیہ میں شیخ الاسلام حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں اور خود بھی علم کلام کے مجتہد ہیں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے:

"ایں فقیر را در توسط احوال حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات در واقعہ فرمودہ بودند کہ تو از مجتھدان علم کلامی از ان وقت در ھر مسئلہ از مسائل کلامیہ ایں فقیر را رائے خاص ست و علم مخصوص"[5]

یعنی احوال سلوک کے درمیانی حالات میں ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے واقعہ میں اس فقیر سے فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدین میں سے ہے۔ اسی وقت سے مسائل کلامیہ کے ہر مسئلہ میں اس فقیر کی خاص رائے اور مخصوص علم ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور وجود باری تعالیٰ

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالی وجود کے ساتھ موجود نہیں ایک موجود بالذات ہے اور آپ اسے وجود حقیقی کہتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی خارج میں وجود تھا اللہ تعالی کو اس وجود کی طرف احتیاج ہوئی تو اس وجود کے ساتھ مل کر اللہ ہو گیا، ایسا اس کی شان کے ہرگز لائق نہیں۔ کیونکہ اس سے تو اللہ تعالی کا اپنی ذات کی موجودیت کے لئے وجود کا محتاج ہونا لازم آتا ہے جبکہ اللہ تعالی عالمین وممکنات کے ہر قسم کے احتیاج سے بے نیاز ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ: اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ[6] سے عیاں ہے۔ اللہ تعالی کے سب کمالات اس کے ذاتی ہیں، اس کے یہ کمالات کسی وجود خارجی سے اس میں نہیں آئے، بنا بریں اللہ تعالی سبحانہ کسی شی کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی وجود باری تعالی کے متعلق اپنا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حق سبحانہ و تعالی بذات خود موجود است بخلاف سائر موجودات کہ بوجود موجود ند نا گویند کہ وجود او تعالی عین ذات

5۔ مجدد الف ثانی، مبدأ و معاد، ادارہ مجددیہ کراچی، ص: ۷۳

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Mabda w Ma'ād*, Karachi, Idārah Mujaddiyah, p.73

6۔ العنکبوت، ۲۹:۶۹ Al Ankaboot, 29:69

است نہ زائد تا احتیاج بغیر لازم نباید و در اثبات عینیت وجود مر ذات را جل سلطانہ محتاج بادلہ متطاولہ گردیم و مخالفت کردہ باشیم مر جمھور اھل سنت و جماعت راچہ ایں بزرگواران بعینیت وجود قائل نیستند وجود را زائد می دانند و پوشیدہ نیست کہ حکم بزیادتی وجود مستلزم احتیاج واجب ست تعالی و تقدس بغیرا گر بوجود زائد واجب را تعالی و تقدس موجود گوئیم واگر بذات خود موجود گوئم وایں وجود را عرض عام بگیرم مر سخن جمھور متکلمین اھل حق درست می گردد و ھم اعتراض احتیاج کہ مخالفان دارند بالکلیہ دفع می شود و فرق واضح است در میان آں کہ موجود بوجود گفتن وآں وجود داد خل نادادن و در میان آں کہ واجب را تعالی بذات خود موجود گفتن و اصلا وجود داد خل نہ دادن و در میان آنکہ موجود بوجود گفتن وآں وجود را عین ذات اثبات کردن"[7]

حق سبحانہ و تعالی اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ بخلاف تمام موجودات کے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ ذات کے ساتھ موجود ہونے سے اللہ تعالی کو وجود کی احتیاج لازم نہیں آتی تا کہ لوگ کہیں کہ اللہ تعالی کا وجود عین ذات ہے اور غیر ذات کی احتیاج لازم نہ آئے اللہ جل سلطانہ کے وجود کو عین ذات ثابت کرنے کے لئے بلند دلائل کا محتاج ہونا پڑتا ہے اور جمہور اہل سنت کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ یہ بزرگ وجود کے عین اللہ ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ وجود کو زائد سمجھتے ہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اگر ہم ذات واجب تعالی کو ایسے وجود کے ساتھ موجود کہیں جو اس کی ذات پر زائد ہے اور اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس وجود کو ہم عرض عام کی حیثیت سے لیں تو اہل حق کے جمہور متکلمین کا نظریہ بھی درست قرار پاتا ہے اور احتیاج کا اعتراض جو مخالفین پیش کرتے ہیں وہ بھی رفع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی واجب الوجود ہے ممکن الوجود نہیں۔ اس کا وجود وجود حقیقی ہے جو اس کا ذاتی وجود ہے اور وہ وجود حقیقی اس کی ذات سے جدا نہیں اور نہ ہی اس کی ذات پر زائد ہے:

"کہ وجود او تعالی عین ذات است نہ زائد۔"[8]

کہ اس تعالی کا وجود عین ذات ہے زائد نہیں اتحاد ہے۔ یوں انہوں نے امکان اور وجوب کی عینیت اور اتحاد کا قول کیا ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک اللہ تعالی وجود حقیقی کے ساتھ موجود ہے اور وہ وجود حقیقی اللہ کا ذاتی ہے اور وجود حقیقی اللہ تعالی سے علیحدہ بھی نہیں اور نہ ہی زائد بر ذات ہے حق تعالی وجود امکانی کے ساتھ موجود نہیں کہ کسی قسم کا احتیاج لازم آئے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کو مقام صدیقیت کی سیر و معرفت کے دوران بذریعہ کشف والہام معلوم ہوا کہ اللہ کا وجود ان کی ذات پر زائد ہے جس کے متعلق رقمطراز ہیں:

"وزائدیت وجود بر ذات جل وعلا درین مقام ظاھر می شود چنانکہ مقرر علمائے اھل حق است"

"یعنی اللہ تعالی کی ذات پر وجود کا زائد ہونا اسی مقام (مقام صدیقیت) میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ علمائے اہل حق کے نزدیک ثابت ہے"

7۔ مجدد الف ثانی، مبدأ و معاد، ص: ۴۴
Mujaddid Alf-e-Thānī, *Mabda w Ma'ād*, p.44

8۔ ایضاً
ibid

حضرت مجدد الف ثانی اور صفت الکلام:

قرآن کلام اللہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے۔ چونکہ ذات کی ہر شان اور ہر صفت تمام شیونات وصفات کو حضمن ہے اگر ایسا نہ ہو تو نقص لازم آئے گا۔ لہذا یہ صفت صفات ثمانیہ کی جامع ہے اور شان الکلام شیونات ذاتیہ پر حاوی ہے۔ مجدد الف ثانیؒ نے اس مفہوم کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کو شان الکلام اور صفۃ الکلام کے تمام ذاتی وشیونی کمالات کا جامع قرار دیا ہے۔

حضرت امام ربانی کے نزدیک حقیقت قرآن ''مبداء وسعت بے چون حضرت ذات''[9] کا نام ہے۔ جیسا کہ آیت قرآنی:

اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ [10]

بعض صوفیاء کے نزدیک قرآن ''ذات محض بہ حیثیت احدیث''[11] کا نام ہے جس میں جملہ صفات بلا امتیاز مخفی ہیں اور قرآن کے دفعتاً واحدۃ آسمان دنیا کی طرف نازل ہونے میں اسماء وصفات کے ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شجرہ مبارکہ سے جو کلام الٰہی سنا تھا اس کلام کو حق تعالیٰ جل سلطانہ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ وہ نسبت جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے ایسے وہ کلام جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے سنا اس کلام کی بھی وہی نسبت تھی جو خلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہے۔"[12]

مرتبہ حقیقت قرآن مرتبہ نور سے بھی بالاتر ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

''ایں مرتبہ مقدسہ کہ آن را حقیقت قرآن مجید گفتہ ایم اطلاق نور نیز درین مرتبہ گنجائش ندارد و در رنگ سائر کمالات ذاتیہ نور نیز در راہ ماندہ آنجا غیر از وسعت بے چون وامتیاز بے جگون ہیچ چیز را گنجائش نمی یابد وکریمہ قد جاء کم من اللہ نور اگر مراد از نور قرآن بود تواند بود کہ باعتبار انزال وتنزل باشد چنانچہ کلمہ قد جاء کم ایمائی بان دارد''[13]

اس مرتبہ مقدسہ میں جس کو ہم ''حقیقت قرآن مجید'' کہتے ہیں، نور کے اطلاق کی بھی گنجائش نہیں ہے اور دوسرے تمام کمالات ذاتیہ کی طرح نور بھی راہ میں ہی رہ جاتا ہے۔ وہاں وسعت بے چون اور امتیاز بے چگون کے علاوہ کسی چیز کی گنجائش نہیں آیت کریمہ:

"قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ [14]

"بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا"

---

[9]۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب: ۷۷

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobat e Imām e Rabbani*, Part.3, Maktoob:77

[10]۔ البقرہ ۲:۱۱۵ Al baqara2:115

[11]۔ مجددی، محمد سعید احمد، ثنیات شرح مکتوبات، دار الکتب العلمیہ بیروت، مکتوب: ۴

Mujaddidī, Muhammad Saeed Ahmad, *Saniyāṭ Sharh Maktoobāt*, Beirut, Dār ul Kutub Al Ilmiyah Maktoob.4

[12]۔ مجدد الف ثانی، مکتوب امام ربانی، دفتر اول مکتوب: ۲۷۲

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imām e Rabbani*, Part.1, Maktoob.272

[13]۔ ایضاً، دفتر سوم مکتوب: ۷۷ ibid, Part.3, Maktoob.77

[14]۔ المائدہ ۵:۱۵ Al Mā'idah,5:15

میں اگر نور سے مراد قرآن ہو تو ممکن ہے کہ انزال و تنزل کے اعتبار سے ہو جیسا کہ کلمہ قد جاء کم... میں اسی طرف اشارہ ہے۔

حضرت امام ربانی کا نظریہ توحید

اشیائے کائنات کے سارے آئینے توڑ کر اور صورتوں کے سہارے چھوڑ کر، بے پردہ ذات کے مشاہدے کو وحدت الشہود سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس موقف کو باقاعدہ نظریہ کے طور پر منظر عام پر لانے والے حضرت مجدد الف ثانی ہیں۔ آپ کا یہ نظریہ کتاب و سنت کے عین مطابق ہے جو آیات محکمات سے ثابت ہے، علمائے متکلمین اہلسنت کا یہی موقف ہے اور یہی مسلک اسلم ہے۔ حضرت امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ کائنات کی شکلوں اور صورتوں میں ذات کے نہیں بلکہ اسماء وصفات کے ظلال کے عکوس اور پر تو ہیں جنہیں دیکھ کر بعض صوفیاء کرام نے دید و دانش کا دعوی کر دیا اور اسی پر اکتفا کر بیٹھے۔ حضرت موسیٰؑ شجر اور نار کی صورت میں تجلی دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور افاقہ ہونے پر توبہ کی، جبکہ شب معراج حضور ﷺ نے ممکنات و مخلوقات سے آگے ماورائے عرش ذات کا جلوہ دیکھا اور مازاغ البصر وما طغی کے مرتبے پر فائز ہوئے اور ھل من مزید کا نعرہ لگاتے رہے۔ یعنی کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ نے رب ارنی کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لن ترانی اگر کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کی بجائے حضور اکرم ﷺ جلوہ افروز ہوتے تو حضرت موسیٰؑ کو لن ترانی کا جواب دینے والا اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ سے فرماتا ہے: ارنی اے میرے محبوب میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں تو وہ حضور ﷺ کو دیکھتا ہی رہتا جیسا کہ آیت کریمہ (فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا)[15] سے عیاں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور رؤیت باری تعالیٰ

حضرت مجدد الف ثانی رؤیت باری تعالی کے قائل ہیں اور اپنے اس عقیدہ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

> رؤیت خداوند عزوجل در آخرت مر مؤمنان را حق است ایں مسئلہ است کہ غیر از اھل سنت و جماعت ھیچ کس از فرق اسلامیین و حکمائے فلاسفہ بجواز آں قائل نیست باعث انکار ایشان قیاس غائب است بر شاھد و آں فاسد است مرئی ھر گاہ بیچون و بیچگون باشد رویتے کہ باو تعلق گیر د نیز بے چون خواھد بود ایمان باو باید آورد و اشتغال بکیفیت او نباید کرد این سر راامروز بر خواص اولیا ظاھر ساختہ الدھر چند رؤیت نیست یا پائے رؤیت نیست، کانک تراہ فرداھمہ مؤمنان حق سبحانہ و تعالی راخواھند دید بچشم سر اما ھیچ درک نخواھند کرد لاتدرکہ الابصار دو چیز خواھند دریافت، علم یقینی بانکہ می بینند والتذاذیکہ مترتب بر ؤیت است، غیر این دو چیز از لوازم رویت ھمہ مفقود است"[16]

آخرت میں مؤمنوں کے لئے خدائے عزوجل کا دیدار ہونا حق ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہل سنت وجماعت کے اسلامی فرقوں اور حکمائے فلاسفہ میں سے کوئی شخص بھی اس کے جواز کا قائل نہیں۔ ان کے انکار کی وجہ، غائب کو حاضر پر قیاس کر لیتا ہے جو بہر حال فاسد وغلط ہے۔ نظر آنے والی ہستی جبکہ بے چون اور بے چگون ہو گی تو جو رؤیت اس سے متعلق ہو گی وہ بھی بے چون ہی ہو گی۔ اس پر ایمان لانا چاہے مگر اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ قدرت نے اس راز کو آج بھی خواص اولیاء پر ظاہر فرمایا ہوا ہے جو کچھ انہیں مشاہدہ ہوتا ہے،

15۔ الطور ۵۲:۴۸ — Al Toor,52:48

16۔ مجدد الف ثانی، مبدا و معاد، ص: ۴۳ — Mujaddid Alf-e-Thānī, *Mabda w Ma'ād*, p:43

وہا گرچہ رؤیت نہیں ہے لیکن وہ بے رؤیت بھی نہیں ہے، یہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا تم ذات حق تعالی کو دیکھ رہے ہو۔ کل قیامت کے روز تمام مؤمن حق سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے ہی دیکھیں گے لیکن ادراک نہیں کر سکیں گے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ-[17] وہ صرف دو چیزیں معلوم کر سکیں گے۔ ایک تو اس بات کا یقینی علم کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور دوسرے وہ لذت جو رؤیت پر مرتب ہوتی ہے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ باقی جس قدر رؤیت کے لوازم میں وہ سب کے سب مفقود ہوں گے۔

ایک موقعہ پر حضرت امام ربانی تحریر فرماتے ہیں تعجب ہے کہ وہ لوگ جو رؤیت باری تعالی کی دولت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ وہ کس طرح اس سعادت کے حصول سے بہرہ ور ہوں گے کیونکہ انکار کرنے والوں کے نصیب میں تو محرومی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہشت میں ہوں اور دیدار نہ ہو کیونکہ شرع سے جو کچھ بظاہر مفہوم ہوتا ہے، وہ یہی ہے کہ تمام اہل بہشت کو دیدار کی دولت حاصل ہو گی، اور یہ کہیں نہیں آیا کہ بعض اہل بہشت کو دیدار ہو گا اور بعض کو نہ ہو گا۔ جاننا چاہئے کہ بہشت اور ماسوائے بہشت سب حق تعالی کے نزدیک برابر ہیں کیونکہ سب اسی کی مخلوق ہیں اور وہ سبحانہ کسی چیز میں بھی حلول و تمکن کئے ہوئے نہیں لیکن بعض مخلوقات کو حق تعالی کے انوار کے ظہور کی قابلیت ہے اور بعض کو نہیں۔ جس طرح کہ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے لیکن پتھر اور مٹی یہ قابلیت نہیں رکھتے۔ پس اس بارگاہ جل شانہ کی طرف سے مساوات کی نسبت کے باوجود فرق اسی طرف سے ہے۔

حقیقت کعبہ اور حضرت امام ربانی

حقیقت کعبہ حقائق الٰہیہ میں سے ایک حقیقت ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

"حقیقت کعبہ عبادت از ذات بیچون واجب الوجود ست و شایان مسجودیت و معبودیت ست۔"[18]

یعنی حقیقت کعبہ ذات حق تعالی سبحانہ ہے جو سجدے اور عبادت کے لائق ہے۔ حقیقت کعبہ سے مراد وہ مرتبہ وجوب ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم امر کا مرتی ہے اور شان العلم سے بلند تر ہے۔ اس اعتبار سے حقیقت کعبہ، حقیقت محمدیہ سے افضل ہے نیز حقیقت کعبہ عالم اکوان کے لیے مسجود ہے جبکہ حقیقت محمدیہ ساجد ہے نہ کہ مسجود لہٰذا حقیقت کعبہ شان مسجودیت کی وجہ سے حقیقت محمدیہ سے افضل ہے اور ساجدیت و مسجودیت کا فرق اہل علم و فہم پر واضح ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا:

"ایں حقیقت را جل سلطانھا اگر مسجود حقیقت محمدی گویندچہ محذور لازم آید...... ارے حقیقت محمدی از حقائق سائر افراد عالم افضل ست اما حقیقت کعبہ معظمہ از عالم عالم نیست"[19]

یعنی کعبہ کی اس حقیقت کو جو کہ ذات بے چون اور شان مسجودیت ہے اگر مسجود حقیقت محمدی کہا جائے تو کون سا امر مانع ہے، ہاں حقیقت محمدی تمام افراد عالم کے حقائق سے افضل ہے لیکن حقیقت کعبہ جنس عالم سے نہیں ہے۔

17۔ الانعام ۶:۱۰۳ Al An'ām, 6:103

18۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب: ۱۲۴ *Maktoobat e Imām e Rabbani*, Part.3, Maktoob:124

19۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب: ۱۲۴ *Maktoobat e Imām e Rabbani*, Part.3, Maktoob:124

رسالہ اثبات النبوۃ

جب حضرت مجدد الف ثانی نے اس زمانے میں لوگوں کے عقیدے میں اصل نبوت کے بارے میں فتور دیکھا اور پھر ایک شخص معین کے لئے اس کے ثبوت و تحقق اور مشروعات نبوت پر عمل کے بارے میں لوگوں کے اعتقاد کو بگڑتے ہوئے محسوس کیا حتی کہ جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ بادشاہ کی مجلس میں خاتم الانبیاءﷺ کے اسم گرامی کی تصریح چھوڑ دی گئی۔ جب آپﷺ کے ہم نام لوگوں نے اپنے نام تبدیل کر لئے، تو آپ کی رگِ فاروقی پھڑک اٹھی اور آپ نے تحفظ ناموس رسالت، تحفظ ختم نبوت اور شان و عظمت مصطفیﷺ کے اظہار کے لئے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ''اثبات النبوۃ'' ہے یہ دراصل مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا عربی زبان میں ایک کتابچہ ہے جو غالباً آپ نے اس وقت تصنیف فرمایا جب آپ عنفوان شباب میں تھے اور تعلیمی مصروفیات سے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے۔ یہ رسالہ دراصل منکرین ضرورت نبوت ابوالفضل جو کہ بادشاہ اکبر کا وزیر تھا، اس کے اور اس کے ہم نواؤں کے رد میں لکھا گیا تھا۔ ابوالفضل، فیضی اور ان کے باپ ملا مبارک ناگوری کی وجہ سے دین اور نبوت پر اعتراضات ۹۸۷ء میں شروع ہو چکے تھے۔[20] یہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے مگر افسوس! ان کا علم ہی ان کے لئے حجاب اکبر بن گیا اور کثرت علم کے گھمنڈ نے ہی انہیں ایسے اعتقادات پر مجبور کر دیا۔

یہ لوگ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ جیسے اکابر دین کے خلاف بھی زبان درازی کیا کرتے تھے اور کافرانہ طرز عمل کی حمایت کرتے تھے۔ اکبر کے نظریہ دین الٰہی یعنی دین اکبری کے پیچھے انہی کا ذہن کار فرما تھا جس نے بادشاہ وقت کو بھی گمراہ کر دیا۔ اتنے بڑے علماء کے خلاف قلم اٹھانے والا اور ان کا علمی محاکمہ کرنے والا لامحالہ ان سے بھی بڑا عالم ہوگا اور وہ ذات یقیناً امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات تھی۔ جنہوں نے اپنی سیف قلم سے ابوالفضل اور اس کے ہمنواؤں کے نظریات کو کاٹ کر رکھ دیا۔

آپ نے ان لوگوں کے رد میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ''اثبات النبوۃ'' ہے۔ یہ معقول و منقول کا خوبصورت امتزاج ہے جس میں مصنف جلیل کی جودت طبع، قوت استدلال اور وسعت مطالعہ کے ساتھ ساتھ اسلام و پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہری وابستگی کے مناظر جابجا دکھائی دیتے ہیں، یہ نبوت و رسالت کے خلاف نظریہ، عدم ضرورت نبوت جیسے طرز فکر کے خلاف وہ للکار ہے جو چار صدیاں گذرنے کے باوجود آج بھی برابر سنائی دے رہی ہے۔ آپ نے ایسے طرز فکر اور اس کے حاملین کی بروقت خبر لی اور ان پر حق و باطل کو خوب واضح فرمایا اس طرح آپ کا یہ رسالہ علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ یعنی علم الکلام، فلسفہ و منطق اور ادب و بلاغت میں آپ کے کمال ادراک پر منہ بولتا ثبوت ہے۔ نیز آپ نے معجزہ و کرامت اور ارباص و استدراج پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے ضرورت نبوت و رسالت کے عقلی دلائل قاہرہ سے بھی ثابت کیا ہے کہ حق وہی ہے جو اہل سنت کا مسلک ہے۔

امام ربانی کے نزدیک خوارق عادت کی اقسام

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے ذات وصفات و افعال کے علوم و معارف کے القاء و ظہور اور اشیائے کائنات میں تصرف کے اعتبار سے خوارق کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

---

[20] ۔تاریخ بدایونی، مطبوعہ لکھنو ۱۸۸۹ء، ص: ۳۲۵
Tāreekh Badāyūnī, Lucknow, 1889, p.325

قسم اول:

وہ علوم و معارف الٰہی ہیں کہ جن کا تعلق ذات وصفات اور افعال واجبی جل و علا کے ساتھ ہے اور وہ نظر و عقل کے دائرے سے ماورا، میں اور متعارف و معتاد (جانا پہچانا اور عرف و عادات) کے خلاف ہیں۔ لہذا حق تعالی نے اپنے خاص بندوں کو ان کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے۔

قسم دوم:

مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہوتا اور ان غیبی باتوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبریں دینا ہے جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

نوع اول کا تعلق اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع دوم میں محق اور مبطل (سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے لوگ) شامل میں کیونکہ دوسری قسم اہل استدراج کو بھی حاصل ہے۔ قسم اول، خدائے جل و علا کے نزدیک بزرگی اور اعتبار رکھتی ہے اسی وجہ سے اس نے اس قسم اول کو اپنے اولیاء کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا اور دوسری قسم عام خلائق کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں معزز و محترم ہے۔ یہی باتیں اگرچہ استدراج والوں سے ظاہر ہوتی ہیں لیکن ممکن ہے کہ عام لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے ان کی پرستش شروع کر دیں اور رطب و یابس کی وجہ سے اس کے مطیع و فرماں بردار بن جائیں بلکہ یہ عام لوگ قسم اول کو خوارق سے نہیں جانتے اور کرامات میں سے شمار نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک خوارق قسم دوم میں منحصر ہے اور کرامات ان ناواقف لوگوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور غیب کی خبروں سے متعلق ہے۔ ان بے وقوفوں پر افسوس ہے جو اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کوئی شرافت اور کرامت پائی جاتی ہے، بلکہ یہ علم تو اس قابل ہے کہ وہ جہالت سے بدل جائے تاکہ مخلوقات سے اور ان کے احوال سے نسیان حاصل ہو جائے۔ وہ تو حق تعالٰی و تقدس کی معرفت ہی ہے جو شرافت و کرامت کے لائق ہے اور اعزاز و احترام بھی اسی کے شایان شان ہے۔

شفاعت اور مجدد الف ثانی

اس مسئلہ میں حضرت امام ربانی کا مؤقف بھی وہی ہے جو کہ علماء اہل سنت اور صوفیاء کرام کا ہے کہ گناہ گاروں کی شفاعت کی جائے گی اور اس کا سب سے پہلے اختیار امام الانبیاء ﷺ کو دیا جائے گا۔ ارشاد ہے:

> "سیدنا محمد ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں۔ قیامت کے دن آپ کے امتی سب نبیوں سے زیادہ ہوں گے۔ آپ کی قبر انور شق ہو گی سب سے پہلے آپ ﷺ ہی شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول ہو گی۔"[21]

قضاو قدر اور مجدد الف ثانی کے عقائد و نظریات

مسئلہ ھٰذا میں حضرت امام ربانی اپنا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حق سبحانہ و تعالی را مرید می داند و قدرت را بمعنی صحت فعل و ترک. بیقین تصور می نماید نہ بمعنی ان شاء فعل وان لم

---

[21]۔ مجدد الف ثانی، رسالہ تھلیلہ، ص: ۳۹　Mujaddid Alf Thānī, Risālah Thlīliah, p.39

شاء لم یفعل سہ شرطیہ ثانی ممتنع باشد کما قال الحکماء و بعض الصوفیہ زیراکہ این سخن با ایجاب می کشد و موافق اصول حکماء ست و مسئلہ قضا و قدر را بطور علماء میداند فللمالک ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء و قابلیت و استعداد را ھیچ دخل نمیدد سہ بایجاب می کشد وھو سبحانہ و تعالی مختار فعال لما یرید"[22]

اور اسی طرح حق تعالی کی صفات سبعہ کو موجود جانتا ہوں اور یقینی طور پر قدرت کے معنی صحت فعل و ترک فعل تصور کرتا ہوں۔ قدرت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اگر چاہے تو کرے گا اور نہ چاہے تو نہ کرے گا اس لئے کہ دوسرا جملہ شرطیہ ممتنع ہو گا جیسا کہ حکماء و فلاسفہ اور بعض صوفیاء نے کہا ہے کیونکہ یہ بات ایجاب تک پہنچ جاتی ہے جو حکماء کے اصولوں کے موافق ہے اور قضاء و قدر کے مسلک کو علماء اہل سنت کے موافق جانتا ہوں پس مالک کو اختیار کامل ہے اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرنے اور مخلوق کی قابلیت اور استعداد کا اس میں کچھ دخل نہیں جانتا کیونکہ یہ عقیدہ ایجاب یعنی اللہ تعالی پر واجب ہونے کی طرف لے جاتا ہے حالانکہ حق سبحانہ و تعالی مختار ہے وہ جو چاہے کرتا ہے۔ آپ اس مسئلہ میں اللہ تعالی کی طرف سے عطاء کیے جانے والے معارف کو بطور تحدیث نعمت بیان کرتے ہیں:

"و بر سر مسئلہ قضا و قدر نیز اطلاع دادند و آن را بر نھجے اعلام فرمودند سہ بھیچ وجہ بہ اصول ظاہر شریعت غرا مخالفت لازم نباید واز نقص ایجاب و شائبہ جبر مبرا و منزہ است و در ظہور بمثابہ البدر ست۔"[23]

اور مسئلہ قضا و قدر پر بھی اطلاع بخشی گئی اور اس طرح اس کا علم کرایا گیا کہ کسی طرح بھی روشن شریعت کے ظاہری اصول و قواعد سے مخالفت لازم نہیں آتی اور یہ مسئلہ ایجاب کے نقص اور جبر کی آمیزش سے پاک و صاف ہے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح ظاہر ہے۔ آپ نے اس مسئلہ میں نہ صرف اپنا ایک مضبوط مؤقف پیش کیا ہے جبکہ صوفیائے وجودیہ کے بعض مخلوقات کی تردید فرمائی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں:

"بندوں کی صفات در اصل حق تعالی کی صفات ہیں جو بندوں سے ظاہر ہوتی ہیں جیسے بارش کا پانی پرنالے سے ظاہر ہوتا ہے اور بندہ ایک امر غیر حقیقی ہے لہذا تمام افعال کا فاعل صرف اللہ تعالی ہے بندہ سراب کی مانند ہے۔"[24]

صوفیائے وجودیہ کے اقوال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میرا یہ عقید نہیں کہ مخلوق کی صفات حق تعالی کی صفات ہیں اور ان کے افعال حق تعالی کے افعال ہیں۔"[25]

---

[22]۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب: ۸

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imam Rabbani*, Part.1, Maktoob:8

[23]۔ ایضاً، دفتر اول مکتوب: ۱۸

ibid, Maktoob:18

[24]۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات شرح مکتوبات، ص: ۳۲۰

Mujaddidī, Muhammad Saeed Ahmad, *Al Bayyenāṭ Sharh Maktoobāt*,p.320

[25]۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب: ۸

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imam Rabbani*, Part.1, Maktoob.8

حضرت امام ربانی صوفیائے وجودیہ کے اس قسم کے اقوال کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ ان اقوال کا ظاہر خلاف شرح اور عقائد اہل سنت کے برعکس ہے۔ مستقیم الاحوال صوفیاء اپنے اقوال واعمال اور علوم ومعارف میں ہر گز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے اور اگر کبھی ایسا ہو گی جائے تو اس کی تاویل کرنی چاہیے۔ ایسے اقوال کی تاویل میں کہا جا سکتا ہے ایسے کلمات بعض صوفیاء سے غلبہ حال اور سکر کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں لہذا یہ حضرات معذور ہیں۔ یا یہ کلمات ان کے احوال ہیں نہ کہ عقائد یا اس طرح کے احوال وقتی ہوتے ہیں نہ کہ دائمی بعد میں جب انس ارتقاء نصیب ہوتا ہے تو اس پہلے مرتبے سے تائب ہو جاتے ہیں جیسا کہ صوفیائے کرام کی کتب اس امر کی شاہد ہیں۔

حضرت امام ربانی اور عذاب قبر

حضرت امام ربانی جمہور علماء اہل سنت کی طرح عذاب قبر کے قائل ہیں نہ صرف اسے برحق سمجھتے ہیں بلکہ اس کی نوعیت تک کی وضاحت فرماتے ہیں۔ وہ نہ صرف عذاب پانے والوں کے معاملات کی وضاحت فرماتے ہیں بلکہ اس مسئلہ میں عوام کے اندر پائے جانے والے مغالطہ کا رد کرتے ہوئے شافی جواب بھی دیتے ہیں:

> ''عذاب قبر مر کافران را و بعضے از عاصیان اھل ایمان را حق است مخبر صادق علیہ علی الہ الصلوات والتسلیمات از اں خبر دادہ و سوال منکر و نکیر مومنان را کافرون را در قبر نیز حق است قبر برزخی است در میان دنیا و آخرت عذاب او نیز بیک وجہ مناسبت عذاب دنیوی دارد کہ انقطاع پذیر است و بوجہ دیگر مناسب بعذاب اخروی کہ فی الحقیقت از عذاب ھائے آخرت است آیہ کریمہ النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا نزلت فی عذاب القبر و ہمچنین راحت قبر نیز ھر دو جھت دارد سعادتمند کسے است کہ از زلات و معاصی او بکمال کرم در افت در گذرند و اصلا مواخذہ نہ فرمایند و گر در مقام مواخذہ آیند از کمال رحمت کفارت گناہان اور آلام و محن دنیوی سازند و اگر بقیہ ماندہ باشد بضغط قبر و محنتھائے کہ دران موطن مقرر ساختہ اند کفارت کنند ناپاک و پاکیزہ بمحشر مبعوث گردد ھر کرا چنین نکنند و مواخذہ اور باخرت اندازند عمیں عدل است اما وائے بر گناھگاران و شرمساران لیکن اگر از اھل اسلام است مال او برحمت است واذ عذاب ابدی محفوظ این نیز نعمتے است عظیم''[26]

عذاب قبر کافروں اور بعض گناہ گار مومنوں کے لئے برحق ہے۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔ قبر میں منکر و نکیر کا سوال بھی برحق ہے۔ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے اس کا عذاب ایک وجہ سے عذاب دنیوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے عذاب آخرت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو درحقیقت آخرت کے عذابوں سے ہے۔آیت کریمہ وہ صبح وشام آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس طرح قبر کا آرام بھی دو جہتیں رکھتا ہے۔ وہ شخص بہت بھی سعادت مند ہے جس کی لغزشوں کو کمال کرم اور مہربانی سے بخش دیں اور ہرگز اس کا مواخذہ نہ کریں اور اگر مواخذہ کے مقام میں

---

[26] ۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب: ۲۶۶
Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imam Rabbani*, Part.1, Maktoob:266

آئے بھی تو کمال مہربانی کے ساتھ دنیا کے رنج والم کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیں اور جو باقی رہ جائیں تو قبر کی تنگی اور ان تکلیفوں کو جو اس مقام کے لئے مقرر ہیں ان کے لئے کفارہ بنادیں تا کہ طیب وطاہر اور پاکیزہ حالت میں مبعوث محشر ہو اور جس کے لئے ایسا نہ کریں اور اس کا مواخذہ آخرت پر موقوف رکھیں اس کے حق میں عدل ہے لیکن گناہ گاروں اور شرمساروں کے حال پر افسوس ہے ہاں جو کوئی مسلمان ہے اس کا انجام رحمت ہے اور عذاب ابدی سے محفوظ ہے۔ یہ بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

حضرت امام ربانی اور جنت ودوزخ

حضرت مجدد الف ثانی جنت وجہنم اور ان کے فنا وبقا اور کیفیت تک کو بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''چون بر فوق محمد در سید دار خلد از آنجا بما تحت مشھود گشت''[27]

یعنی جب پہلی مرتبہ عروج واقع ہوا اور میں عرش پر پہنچا تو جنت عرش کے نیچے مشاہدے میں آئی۔ حضرت امام ربانی فرماتے ہیں:

"مرتبہ اورکہ عروج واقع شد بعد از طی مسافت چون بر فوق محمد در سید داد خلد از انجا بما تحت مشھود۔"[28]

جب مجھے پہلی مرتبہ فوق العرش عروج نصیب ہوا تو میں نے جنت کو عرش کے نیچے مشاہدہ کیا۔ آپ کا یہ کشف وشھود فرمان نبوی:

''سقفها عرش الرحمان'' [29]

"عرش جنت کی چھت ہے۔''

کے عین مطابق ہے۔ اسی طرح حضرت قتادہ کا قول ہے:

''الجنة فوق السموات تحت العرش'' [30]

یعنی جنت آسمانوں کے اوپر عرش کے نیچے ہے اور اسی پر اکثریت کا اتفاق منقول ہے۔[31]

اسی لئے آپ اس فرمان نبوی اور اپنے کشف کی روشنی میں واضع طور پر فرماتے ہیں:

"جنت کی چھت عرش مجید ہے۔"[32]

آپ جنت ودوزخ اور ان میں جانے والے لوگوں کے احوال اور ان کی فنا وبقا کے متعلق فرماتے ہیں:

وبھشت کہ معد از برائے تنعیم مومنان ست دوزخ کہ معد از برائے تعذیب کافران ست ھر دو مخلوق اند وابد الآباد

---

[27]۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۱ — Maktoob:1

[28]۔ ایضاً — ibid

[29]۔ الخازن، علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی، تفسیر خازن، دار الفکر بیروت لبنان ۱۹۹۷ء، ۲۸۳/۱
Al Khāzin, Ali bin Muhammad, *Tafseer Khazin* Beirut, Dār Al fikr,1997, 283/1

[30]۔ ایضاً — ibid

[31]۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات شرح مکتوبات، ۱۳۷/۱
Mujaddidi, Muhammad Saeed Ahmad, *Al Bayyenāt Sharh Maktoobat,* 320/1

[32]۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم مکتوب: ۱٦
Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imam Rabbani*, Part.2, Maktoob.16

باقی خواھند ماند وفانی نخواھند گشت و بعد از محاسبہ مومنان چون بدوزخ روند ھمیشہ در دوزخ خواھند بود و ھمیشہ ابدالاباد معذب خواھند ماند تخفیفی در عذاب در حق ایشان مجوز نیست قال اللہ تعالی لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون وھر کہ دردل او ذرہ از ایمان خواھد بود اور ابواسطہ افراط معاصی اگر بدوزخ ببرند بقدر عصیاں معذب خواھد بود آخر اوداز دوزخ خواھند برآورد و نیز روئی اوراسیاہ نخواھند کرد چنانچہ کفار داد وسیاہ کنند و نیز غل وزنجیر نخواھند کرد چنانچہ کفار را کنند از جھت حرمت ایمان او"[33]

اور بہشت جو مومنین کو نعمتیں مہیا کرنے کے لئے تیار کی گئی ہے اور دوزخ جو کافروں کو عذاب دینے کے لئے بنائی گئی ہے دونوں مخلوق ہیں ہمیشہ باقی رہیں گے اور بہشت سے باہر نہیں آئیں گے۔ اسی طرح کفار جب دوزخ میں جائیں گے تو ہمیشہ دوزخ میں ہی رہیں گے اور وہاں دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے اور ان کے عذاب میں کبھی تخفیف نہیں ہوگی۔ ارشاد باری تعالی کے مطابق وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ توان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی اور جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ اگرچہ اپنے گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا لیکن اس کو بقدر گناہ عذاب دے کر آخر کار دوزخ سے آزاد کر دیا جائے گا نیز اس کا چہرہ بھی سیاہ نہیں کیا جائے گا جبکہ کفار کے چہرے سیاہ کر دیئے جائیں گے۔ اور حرمت ایمان کی وجہ سے گنہگار مومن کی گردن میں طوق وزنجیر نہیں ڈالی جائے گی جیسا کہ کفار کے لئے ہوگا۔

مجدد الف ثانی اور صحابہ کرامؓ

آپ علماء اسلام اور فقہاء ومفکرین کی طرح صحابہ کرام کے متعلق ایک اچھا نظریہ رکھتے ہیں۔ جن کا مرکزی ماخذ آپ کا رسالہ بنام "رد روافض" ہے البتہ مکتوبات میں آپ نے ان حضرات کے ضمن میں بہت کچھ فرمایا ہے جن میں سے کچھ افکار ان سطور میں بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ صحابہ کرامؓ کی تعظیم و توقیر کے متعلق فرماتے ہیں ان بزرگوں یعنی صحابہ کرام کی تعظیم رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے اور ان کی عدم تعظیم رسول اللہ ﷺ کی عدم تعظیم ہے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے باعث تمام صحابہ کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیے۔
شیخ شبلی نے فرمایا کہ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی تعظیم نہیں کرتا اس کا رسول اللہ ﷺ پر کوئی ایمان نہیں ہے۔[34]

آپ ان حضرات کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے باعث حسن ظن کی ضرورت ہے اور یہ جاننا چاہیے کہ سب سے بہترین زمانہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام انبیاء کرامؑ کے بعد بہترین بنی آدم ہیں[35] پس جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد بہترین ہوں وہ امر باطل پر اجماع نہیں کر سکتے۔[36]

---

[33]۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب: ٦٧

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imam Rabbani*, Part.2, Maktoob-67

[34]۔ ایضاً، دفتر سوم مکتوب: ١٧ ibid, Part.3, Maktoob.17

[36]۔ ایضاً، دفتر دوم مکتوب: ٩٦ ibid, Part.2, Maktoob.96

مسئلہ افضلیت عقائد اسلامیہ کا ایک اہم مسئلہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سب سے افضل کون ہیں اور ان کے آپس میں درجات مراتب کسی نوعیت کے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ میں آپ نے اپنا موقف اتنے احسن پیرائے میں بیان کیا ہے کہ جو یقیناً ایک مجدد کے عمل لائق ہے۔ فرماتے ہیں:
"حضرات خلفاء اربعہ کی افضیلت ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے کیونکہ اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے بعد افضل البشر حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ افضیلت خلیفہ اول کی وجہ اس فقیر کے نزدیک نہ کثرت فضائل ہے اور نہ کثرت مناقب بلکہ ایمان میں اسبقیت، مال خرچ کرنے میں اقدمیت اور تائید دین و ترویج شرع متین کے لئے اپنی جان خرچ کرنے میں اولیت ہے۔ گویا سابق دین کے معاملے میں لاحق کا استاد ہے اور لاحق کو جو کچھ ملتا ہے دو سابق کے خوان کرم سے ملتا ہے اور مذکورہ تینوں صفات کاملہ کا مجموعہ حضرت ابو بکر کی ذات ہے۔"[37]

یقیناً یہ بات بالکل درست ہے کہ اسبقیت ایمان کے ساتھ جس نے مال خرچ کرنے اور اپنی جان قربان کرنے کو جمع کیا وہ یہی صدیق اکبرؓ ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو ان کے علاوہ پوری امت میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئی اور مرض وفات میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ان خصائص کا اعتراف واعزاز کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"إنه ليس من الناس أحد أمن على في نفسه وماله من أبي بكر بن أبي قحافة ولو كنت متخذا من الناس خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا ولكن خلة الإسلام افضل سدوا عنى كل خوخة في هذا المسجد غير خوخة أبي بكر" [38]

کوئی بھی اپنی جان اور مال خرچ کرنے میں ابو قحافہ کے بیٹے سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا نہیں ہے۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو اپنا خلیل بناتا لیکن خلتِ اسلامی ہی افضل واعلی ہے۔ اس مسجد کے تمام درچے بند کر دیئے جائیں سوائے دریچہ ابو بکر کے۔ اس کے بعد اپنی تائید و توثیق میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل فرماتے ہیں: ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس امت کے افضل ترین آدمی ہیں۔ جو شخص مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے، بہتان طراز ہے اور میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جیسے مفتری کو لگاتا ہوں۔[39]

حضرات شیخین کی افضیلت اجماع صحابہ سے ثابت ہے جیسا کہ اس کو اکابر نے نقل کیا ہے جن میں امام شافعی بھی ہیں۔ شیخ ابو الحسن اشعری جو اہل سنت کے سردار ہیں فرماتے ہیں کہ باقی امت پر شیخین کی افضیلت یقینی ہے اور دوسرے صحابہ پر ان کی افضیلت کا انکار کوئی جاہل یا متعصب ہی کرے گا۔[40]

آگے جا کر آپ نے اسی مکتوب میں حضرت علیؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس وقت تک اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک مجھ سے یہ عہد نہیں لے لیا کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر ہوں گے پھر عمر، پھر عثمان اور پھر تم خلیفہ ہو گے۔[41]

37۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب: ۱۷

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imam Rabbani*, Part.3, Maktoob.17

38۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۴۵۵

Bukhari, Al Jāme As Sahīh, Hadith:455

39۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب: ۱۷

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imam Rabbani*, Part.3, Maktoob:17

40۔ ایضاً، دفتر دوم مکتوب: ۶۷ — Ibid, Part.2, Maktoob:67

41۔ ایضاً — ibid

جنات وشیاطین کا وجود اور مجدد الف ثانی کے افکار:

شیطان حضرت امام ربانی جنات وشیاطین اور ان کے تصرف کے قائل تھے ہیں وجہ ہے کہ اگر کوئی آپ سے جنات کے سایہ کی شکایت کرتا تو آپ اسے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا وظیفہ بتاتے اور اس پر سے اس جن کے اثرات زائل ہو جاتے۔ جیسا کہ ایک مکتوب میں کسی صاحب کو جن کے دفعیہ کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

"واگر باز ظہور کند بتکرار کلمہ تمجید لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم دفع اُر مفسد نمایند۔"[42]

اور اگر دوبارہ ظاہر ہو تو کلمہ تمجید لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بار بار پڑھ کر اس فسادی کو دفع کرو۔ آپ عامتہ الناس کے توہمات اور بے جا خوف کے خلاف جنات وشیاطین کے اثرات کو کمزور سمجھتے تھے اور اس کمزوری اور ناتوانی کا حوالہ قرآن سے دیتے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِنَّ كَيۡدَ الشَّيۡطٰنِ كَانَ ضَعِيۡفًا [43]

"بے شک شیطان کا فریب کمزور ہے۔"

خلاصہ بحث

یہ ریسرچ پیپر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی اعتقادی فکر پر مشتمل ہے جس میں یہ بتایا ہے کی آپ کا عقیدہ امام ابو منصور ماتریدی کا ہے اس کے بعد آپ کے عقائد کا بیان ہے کہ اللہ تعالی موجود باالذات ہے اور آپ کا عقیدہ ہے کہ کائنات کے سارے آئینے توڑ کر اور صورتوں کے سیارے چھوڑ کر بے پردہ ذات کے مشاہدے کو وحدت الشہود سے تعبیر کیا اور مجدد کا عقیدہ ہے کہ کہ آخرت میں رؤیت باری تعالی ہو گی اور کعبہ سجدہ اور عبادت کا لائق ہے اور حضور ﷺ کیلئے نبوت کے اثبات کے ایک ایسے زمانے میں قائل ہے جس میں نبوت کے مدعی پیدا ہوئے تھے اور آپ نے ضوارق عادت کی دو اقسام بتائی ہیں قسم اول کا تعلق ذات وصفات اور افعال واجبی جل وعلا سے ہے اور قسم دوم کا تعلق مخلوقات کی صورتوں اور ان غیبی باتوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبریں دینا ہیں جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور امام کا عقیدہ ہے کہ گناہ گاروں کی شفاعت ہو گی اور اس کا سب سے پہلے اختیار ہمارے حضور ﷺ کو ہو گا اور آپ قضاء وقدر پر بھی مکمل یقین رکھتے ہیں آپ عذاب قبر کے بھی قائل ہیں اور عذاب قبر کافروں اور بعض گناہ گار مؤمنوں کیلئے برحق ہے آپ جنت ودوزخ پر بھی یقین رکھتے ہیں آپ نے صحابہ کرام کی تعظیم رسول اللہ ﷺ کی تعظیم قرار دی ہے اور ان کی بے قدری رسول اللہ کی بے قدری قرار دی ہے آپ جنات وشیاطین کے وجود کے قائل ہیں۔

---

[42] ۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب: ۱۷۴

Mujaddid Alf-e-Thānī, *Maktoobāt Imam Rabbani*, Part.1, Maktoob.174

ibid

[43] ۔ النساء۴:۷۶

Al Nisā,4:76